السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کہتا ہے کہ آیت الیس[1] اللہ باحکم الحاکمین اور سبح[2] اسم ربک الاعلی اور فبای[3] حدیث بعدہ یؤمنون وغیرہ آیات کا جواب جس طرح سے قاری کو دینا چاہیے، اسی طرح سامع کو بھی دینا چاہیے اور زید کہتا ہے کہ ان آیات کا جواب صرف قاری کو دینا چاہیے، سامع کو نہیں دینا چاہیے پس ان دونوں میں سے کس کا قول حق وصواب ہے۔ بینوا توجروا

---

[1]. کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں کا حاکم نہیں ہے۔

[2]. اپنے رب بلند کی تسبیح بیان کر۔

[3]. پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

صورت مسؤل عنہا میں عمرو کا قول اقرب الی الصواب ہے یعنی آیات مذکورہ کا جواب دینا جس طرح سے قاری کو دینا چاہیے اس طرح سے سامع کو بھی چاہیے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا بوقت قرأت ان آیتوں کا جواب دینا ثابت ہے اور آپ کا کل قول وفعل امت کے لیے ہر وقت دستور العمل ہے۔ تاوقتیکہ اس کی تخصیص کسی وقت خاص یا شخص خاص یا حالت خاص کے ساتھ ثابت نہ ہو، مثلاً رفع الیدین اور وضع الدین علی الصدر اور رفع سبابہ فی التشھد اور سہ استراحت اور تورک اور قبل افتتاح قراءت کے اللہ اکبر[1] کبیرو الحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا یا انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض الخ یا اللھم باعد بینی وبین خطایای کما باعدت بین المشرق والمغرب الخ۔ پڑھنا یا رکوع میں س بوح[2] قدوس رب الملائکہ والروح اور سجدہ میں لک[3] سجد وجھی وعظامی ومخی پڑھنا وغیر ذلک یہ ایسے افعال ہیں جن کی مسنونیت میں کسی طرح کا شک نہیں ہوسکتا ہے اور امت محمدیہ میں سے ہر شخص کے لیے یہ افعال مسنون ہیں، خواہ وہ شخص امام ہو یا مقتدی، خواہ منفرد ہو، حالانکہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مقتدیوں کو ان امور کی تعلیم فرمائی ہے۔ یا عام طرح پر فرمایا ہے کہ جو شخص جب نماز پڑھے تو ایسا کرے پھر بھی یہ احکام ہر شخص کے لیے اسی وجہ سے عام رہے کہ قول وفعل پیغمبر ﷺ تمام افراد امت کے لیے دستور العمل ہوتا ہے جب تک حدیث مرفوع ہی سے تخصیص ثابت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ لقد[4] کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الایۃ پس بنا بر تقریر ہذا ان آیات کا جواب دینا ہر شخص کو چاہیے عام ازیں کہ قاری ہو یا سامع نماز میں ہو یا غیر نماز میں، امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔

''آنحضرت ﷺ جب سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔ ایک آدمی اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھ رہا تھا، جب اس نے الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتیٰ پڑھا تو کہا سبحانک فبلیٰ، لوگوں نے اس بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا ہے، بیہقی میں روایت ہے کہ آپ صبح کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا، تو فرمایا سبحان ربی الاعلیٰ، عوف بن مالک کہتے ہیں کہ ایک رات آپ نے نماز میں سور بقرہ شروع کی۔ جب آپ کوئی رحمت کی آیت پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور خدا سے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت پڑھتے تو اس سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے قیام کے برابر رکوع کیا اور اس میں سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمۃ پڑھتے رہے، پھر سجدہ بھی قیام کے برابر کیا اور اس میں بھی رکوع والی دعا پڑھتے رہے، پھر آپ کھڑے ہوئے، تو سورت آل عمران اور ایک اور سورت پڑھی۔ جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ پر سورہ الرحمن پڑھی، وہ خاموشی سے سنتے رہے، آپ نے فرمایا: میں نے جنوں کی رات میں یہی سورۃ جنوں پر پڑھی تھی۔ وہ تم سے جواب دینے میں اچھے رہے، جب بھی میں پڑھتا، فبای آلاء ربکم تکذبان تو وہ جواب دیتے، اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں۔''

اس حدیث ترمذی سے یہ امر بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی آیتوں کا جواب قاری یا مصلی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ خود اس کلام پاک کے معنی اور موقع کے لحاظ سے ہے، جب ہی تو آپ نے صحابہ کرام کے سکوت پر اعتراض فرمایا اور جنات کے جواب دینے کو مدحیہ طور پر ذکر فرمایا حالانکہ آپ نے اس واقعہ سے قبل صحابہ کرام کو اس جواب کی تعلیم نہیں فرمائی تھی، پس معلوم ہوا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے بھی جن جن آیتوں کا جواب دیا ہے وہ اس خصوصیت سے نہیں کہ آپ امام تھے یا قاری تھے، بلکہ وہ ان آیتوں کا معنی اور موقع ہی ایسا ہے کہ جب وہ آیت پڑھی جائے تو پڑھنے والا اور سننے والا ہر شخص اس کا مناسب جواب جو احادیث سے ثابت ہو دیوے۔

''جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول الیس ذک بقادر علی ان یحیی الموتیٰ پڑھے تو کہے بلی اور جب الیس اللہ باحکم الحاکمین پڑھے تو بلی کہے، کیونکہ ان میں سوال کیا گیا ہے، جس کا جواب دینا چاہیے اور خطاب کا حق ہے کہ مخاطب کلام کا جواب دے، اگر نہ دے گا تو سامع بے خبروں کی طرح ہوگا یا جیسے کوئی جانور، جو آواز تو سنتا ہے لیکن مطلب نہیں سمجھتا، یا کسی اندھے، گونگے، بہرے کی طرح، جسے کچھ سمجھ نہ آئے، یہ حالت تو بہت بُری حالت ہے، پھر مستحب ہے کہ رحمت کی آیت سے گزرے، تو رحمت کا سوال کرے، عذاب کی آیت سے گزرے تو پناہ مانگے، جنت کا تذکرہ ہو تو اس کا سوال کرے، دوزخ کا ذکر ہو، تو پناہ مانگے، اگر تنزیہ کی آیت ہو، تو اللہ کی پاکیزگی بیان کرے، تعریف کی آیت ہو، تو اللہ کی تعریف کرے، علی ہذا القیاس۔

''جب تسبیح کی آیت سے گذرے تو تسبیح بیان کرے، جب سوال کا ذکر ہو تو سوال کرے اور جب تعوذ سے گزرے تو پناہ مانگے، نماز میں قاری کے لیے یہ سب امور مستحب ہیں اور ہم اس امام، مقتدی، منفرد سب کے لیے مستحب جانتے ہیں۔'' (سید محمد نذیر حسین)

[1] اللہ بہت بڑا ہے، اللہ کی بہت تعریف ہے، صبح وشام خدا کی پاکیزگی ہے، میں نے اپنا رخ اس خدا کی طرف کیا، جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کردے جتنا مشرق ومغرب میں ہے۔

[2] فرشتوں اور روح کا رب پاک ہے۔

[3] اے اللہ تیرے سامنے میرا چہرہ، میری ہڈیاں، میرا گودا جھک گیا۔

[4] تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

فتاویٰ نذیریہ

جلد01